جناب محمد افضل شمسی صاحب (لاہور)

# طالبان کی نئی فتوحات اور پاک ایران تعلقات

تحریک اسلامی طالبان کی گذشتہ چند روز میں شمالی افغانستان میں فتوحات بالخصوص شمالی اتحاد کے ہیڈکوارٹر "مزارشریف" کی طالبان کے ہاتھوں فتح نے بین الاقوامی سطح پر ایک نئی صورت حال کو جنم دیا ہے ۔ ۸ ۔ اگست ۱۹۹۸ء کو ہونے والی مزار شریف کی فتح سے قبل ایک عرصے سے طالبان بھارت اور ازبکستان سمیت روس اور ایران پر اپنے مخالف شمالی اتحاد کی فوجی واقتصادی مدد کرنے کے الزامات لگارہے تھے اور ان ممالک کی طرف سے شمالی اتحاد کو ملنے والی بھاری امداد کے ناقابل تردید ثبوت دیتے رہے ہیں جن کی تصدیق انٹرنیشنل پریس بھی کرچکا ہے لیکن مزارشریف فتح ہونے کے بعد ایران اور روس نے پاکستان پر افغانستان میں طالبان کی فوجی امداد کے کھلم کھلا الزامات لگانے شروع کردیے اور یہ کہا کہ کوئٹہ سے پاکستان کا ۴۸ واں بریگیڈ افغان جنگ میں عملاً شریک ہے بات صرف بے بنیاد الزامات لگانے تک ہی محدود نہ رہی بلکہ تمام تر اخلاقی تقاضوں اور سفارتی آداب کو پس پشت ڈالتے ہوئے ان دونوں ممالک نے پاکستان کو عبرت ناک انجام سے دوچار ہونے کی دھمکیاں دینا شروع کردیں ۔ مزارشریف میں طالبان حکومت کے ہاتھوں ایرانی سفارت کاروں کی گرفتاری کے بعد ایرانی دارالحکومت تہران میں پاکستانی سفارت خانہ کے باہر جس ردعمل کا اظہار کیا گیا اور جس انداز میں وہاں موجود پاکستانی سفارتکاروں کو ہراساں کرنے کی کوشش کی گئی اسے کسی بھی طور پر جائز قرار نہیں دیا جاسکتا ۔ پاکستان کو افغانستان کی حالیہ تبدیلیوں میں محض اس بناء پر ملوث قرار دینے کا کوئی جواز نہیں ہے کہ اس نے طالبان حکومت کو تسلیم کررکھا ہے ۔ کسی حکومت کو تسلیم کرنے کا یہ مطلب ہرگز نہیں لیا جاسکتا کہ وہ اس حکومت کی تمام تر سرگرمیوں کی ذمہ دار ہے ۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۹۶ء کو کابل پر قبضے کے بعد طالبان کو افغانستان پر جو کنٹرول حاصل ہوا ہے وہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے اور مزار شریف سمیت شمالی افغانستان کے وسیع علاقوں پر ان کے قبضے اور خود پروفیسر برہان الدین ربانی ، انجینئر گلبدین حکمت یار اور کمیونسٹ جنرل رشیددوستم کے اپنے آخری محفوظ اڈوں سے فرار کے بعد کسی بھی صاحب عقل کےلئے اس کھلی حقیقت سے انکار ممکن نہیں رہا کہ افغانستان پر طالبان کو قریب قریب مکمل کنٹرول حاصل ہوگیا ہے ۔ جہاں تک مزارشریف اور شمالی اتحاد کے دیگر اہم ٹھکانوں اور وسیع علاقے پر طالبان کے حالیہ قبضے کا تعلق ہے تو یہ صورت حال سبھی کےلئے یکساں طور پر چونکا دینے والی ثابت ہوئی ہے اور پاکستان سمیت کسی کو بھی اس کا پیشگی علم نہ تھا ۔ حتیٰ کہ خود کمیونسٹ

جنرل رشید دوستم بھی اپنے اوپر پڑنے والی اس اچانک افتاد سے حواس باختہ ہوکر اپنے محفوظ ٹھکانوں سے بھاگ کھڑا ہوا ۔ تاہم اس سے پاکستان کی طرف سے افغانستان میں طالبان کی اسلامی حکومت کو تسلیم کرلینے کے اقدام کی توثیق ہوجاتی ہے اور اب دوسرے ممالک کو بالخصوص اسلامی ممالک کو بھی اس حقیقت کے اعتراف میں بخل سے کام نہیں لینا چاہئیے اور انکی ہر لحاظ سے جائز حکومت کو تسلیم کرلینا چاہئیے ۔ طالبان حکومت کو تسلیم کرنے کا جہاں تک حکومت پاکستان کا تعلق ہے تو اس نے ان کی حکومت کو کسی جانبداری کی بنیاد پر نہیں بلکہ ایک حقیقت کے طور پر اور اپنے مفاد میں پہلی افغان حکومت سمجھتے ہوئے قبول کیا ہے ۔ کیونکہ ایران اور دیگر طالبان مخالف حکومتوں کی آنکھ کے تارے پروفیسر برہان الدین ربانی نے اپنے دور حکومت میں کابل میں واقع پاکستانی سفارتخانہ پر دو مرتبہ حملے کرائے اور ایک مرتبہ اسے نذر آتش بھی کیا گیا جس میں ایک پاکستانی سفارتکار ہلاک بھی ہوگیا ۔ سابق صدر ربانی نے نہ صرف یہ کہ روس اور بھارت ایسے جہاد دشمنوں سے گٹھ جوڑ کرکے افغانستان کے سب سے بڑے محسن اور ہمسایہ ملک پاکستان کے خلاف محاذ قائم کرنے کی کوشش کی بلکہ اقوام متحدہ اور امریکہ کا دانستہ یا نادانستہ آلہ کار بن کر افغانستان کو نسلی اور لسانی بنیادوں پر تقسیم کرنے کی بنیاد رکھی اور روس کے تباہ کردہ افغانستان کو خانہ جنگی کی آگ میں جھونک دیا ۔ مندرجہ بالا ساری صورتحال کے باوجود پاکستان نے تو کبھی بھی ایران پر اعتراض نہیں کیا کہ وہ اس کے مخالف ربانی اور حکمت یار کو کیوں تسلیم کئے ہوئے ہے یا ان کی باقاعدہ فوجی امداد کیوں جاری رکھے ہوئے ہے ۔ ایرانی حکومت کو چاہئیے کہ مزارشریف میں طالبان کے ہاتھوں اپنی رسوائی اور شکست کا الزام پاکستان کے سر تھوپنے کے بجائے اپنے کردار پر ایک نظر دوڑائے اور دیکھے کہ اس نے طالبان کے ساتھ کیسا سلوک کیا تھا جس کے نتیجے میں اب اسے اتنی ہزیمت اٹھانا پڑی ہے ۔ بعض مبصرین کا کہنا ہے کہ ایران نے طالبان مخالف شمالی اتحاد کے ساتھ اپنے فوجی واقتصادی تعاون کے راز فاش ہوجانے پر دنیا کی نظریں اس طرف ہٹانے کےلئے یہ سارا ڈرامہ رچایا ہے ۔ ایرانی حکومت کو یاد رکھنا چاہئیے کہ اس کی عراق کے ساتھ آٹھ سالہ جنگ میں پاکستان نے اسکی کس قدر مدد کی تھی اور بعد میں جب بھی امریکہ کی طرف سے ایران کے خلاف کوئی کاروائی کی گئی تو ہر قدم پر پاکستان نے ایران کا بھرپور ساتھ دیا ہے اور اب بھی مزارشریف میں اسکے گرفتار ہونے والے سفارت کاروں کی سلامتی اور بحفاظت رہائی کیلئے حکومت پاکستان طالبان پر اپنا تمام تر سفارتی اثرورسوخ استعمال کررہی ہے حالانکہ ۲۸ مئی کو پاکستان کے ایٹمی دھماکہ کے بعد عالم کفر کی طرف سے اس پر شدید دباؤ کے وقت بھی ایرانی فوج پاکستان کی ازلی دشمن بھارتی فوج کے ہمراہ بحری مشقوں میں مصروف تھی ۔ موجودہ عالمی تناظر میں حکومت پاکستان کو بھی چاہئیے کہ وہ اپنی وزارت خارجہ کے اہل کاروں اور بیرون ملک اپنے سفارتکاروں کے ذریعے دنیا کو اصل صورتحال بتائے اور طالبان کے حوالے سے تمام تر الزامات کا ٹھوس اور مؤثر جواب دے ۔